Hamd Writing in the Form of a Prose Poem

نثری نظم کی ہیئت میں حمد نگاری

Dr.Fozia Anjum*[1]
Assistant Professor, Department Of Urdu, Government Graduate College, Samundri, Faisalabad

ڈاکٹر فوزیہ انجم*[1]
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، سمندری، فیصل آباد

Correspondance: mahmilfatima45@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 15-02-2025
Accepted:22-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The word "Heiyat" has become a literary term in Urdu poetry and literature. It refers to the established structure that poets use a medium to express their thoughts. Modern scientific inventions have reduced distances. The world has become a global street, and now even the greatest conveniences are just a button away. This scientific revolution has had a profound impact on both social and literary values. Urdu language has accepted the social influences of other countries and nations, it has also gathered much in the realm of literature. Urdu is such a fortunate that has not only accepted the influences of other languages but also absorbed them within itself, it has achieved a prominent place in world literature. Urdu has also benefited from Persian, Arabic, English, and Italian languages in its forms. This article examines the Hamd written in the form of prose poetry.

KEYWORDS: Hamd, Nasri Nazm, Form, Style, Urdu Language, History, Social Influence

شاعری اور نثر دونوں ہی انسان کی تہذیبی، فکری اور اجتماعی ضرورتیں ہیں۔ اگرچہ شاعری جذبات کا والہانہ اظہار ہے۔ تاہم تاریخ میں ایسے بھی بہت سے مواقع آئے جب ایک جملے نے شکست کو فتح میں بدل کر رکھ دیا۔ شاعری وفورِ جذبات کا اظہار ہوتی ہے۔ جبکہ نثر کائنات پر غور و فکر کے نتائج کی توضیح کے لیے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اپنے جذبات اور احساسات کو ایک منظم طریقے سے بیان کرنے کا نام شاعری ہے۔ عموماً شاعری اور نثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جاتا ہے۔ تاہم اردو کے شعرا نے اردو شاعری کا دامن بہت سی اصناف اور ہیئتوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ انہی میں سے ایک نو آموز ہیئت "نثری نظم" کہلاتی ہے۔ نثری نظم کے اپنے مخصوص اوصاف ہیں اور باقاعدہ شعریات ہے۔ نثری نظم بھی دیگر شعری اصناف کی طرح ادبی جمالیات کی علم بردار ہوتی ہے۔ اور اپنے قاری کو جمالیاتی مسرت بہم پہنچاتی ہے۔ نثری نظم کا ماحول اور اس کی رسمیات دیگر ہیئتوں سے مختلف ہوتی ہے۔ نثری نظم کی شعریات کا پہلا اصول "بیانیت ہے" بیانیت کی وہی اہمیت ہے جو وزن کی ہوتی ہے۔ البتہ وزن کی طرح بیانیت کے بھی طریقے اور اصول مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ نثری نظم جذباتی تخیل کی بجائے عقلی تخیل کی پیداوار ہے۔ شروع شروع میں تواس البیلی کو بہت سخت، سست سننا پڑیں اور بہت سے نقادوں نے تو اس کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور اسے قبولیت کی سند دینے سے صاف انکار کر دیا۔ بقول وزیر آغا:

> ''نثری نظم لکھنے والوں کا المیہ ہے کہ انہوں نے ناک کے بغیر خوشبو کو اور آنکھ کے بغیر روشنی کو گرفت میں لینے کی سعی کی ہے۔''(1)

اگرچہ بعد میں نثری نظم کے لیے وزیر آغا کافی نرم پڑ گئے تھے۔ نثری نظم کے حامیوں کے لیے پہلی دلیل حالی کی اس بات نے فراہم کی:

> ''نفس شعر وزن کا محتاج نہیں۔''(۲)

ارسطو کے بقول:

> ''وزن یا موزونیت شاعری کے لیے لازمی نہیں۔''(۳)

ساٹھ دہائیاں مخالفت اور موافقت کی لہروں پہ بہتی ہوئی نثری نظم اب اپنے آپ کو نا صرف منوا چکی ہے، بلکہ کافی مقبول اور پسندیدہ بھی بن چکی ہے۔ نثری نظم مروجہ شعری آہنگ سے ہٹ کر کہی جاتی ہے۔ اس میں ایک فطری آہنگ ہوتا ہے جس سے جذبے کے اظہار میں آسانی رہتی ہے اور تکلف کی دیوار ختم ہو جاتی ہے۔ آج کا انسان جو وقت کے ساتھ ساتھ پیچیدہ سے پیچیدہ نفسی اور داخلی کیفیات کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ ایسی پیچیدہ ترکیفیات کا اظہار نظم کی ایسی ہیئتوں میں مشکل ہے، جو مروجہ نظام کی پابند ہیں۔ لہٰذا ایسی ترجمانی کا بیڑہ اٹھانے کے لیے ہی نثری نظم میدان میں آئی ہے۔

نثری نظم کے بانی مبارک احمد ایک فطری شاعر تھے۔ ان کی نثری نظم کشادگی اور آزادی کا ایک رویہ ہے۔ انہوں نے اظہارِ جذبہ کے لیے نثری نظم کو بہترین پایا۔ انہوں نے ایک ادبی تنظیم "حلقہ اربابِ فنونِ لطیفہ" کی بنیاد بھی رکھی۔ نثری نظم کی اہمیت واضح کرتی ہوئی ان کی ایک نظم ملاحظہ ہو:

شاعری

میں نے جسے روایتی غزل میں گم کیا
وہ مجھے پابند نظم میں ملی
نظم آزاد میں اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا
اور ناجائز پابندیوں کو توڑ کر فری ورس نظم میں
وہ میرے سینے سے لپٹ گئی
اور فرطِ مسرت سے دھاڑیں مار مار کر روئی (۴)

نثری نظم کے ناقدوں میں ایک اہم نام شمس الرحمٰن فاروقی ہیں۔انہوں نے بہت سی ردو قدح کے بعد آخرِ کار اسے قبول کر ہی لیا۔ شمس الرحمن فاروقی بھی عروض کی جکڑ بندیوں سے نالاں ہو گئے تھے، جس کا اظہار انہوں نے اپنے مضمون "نثری نظم یا نثر میں شاعری "مشمولہ ادبیات میں کیا۔ (5)

آغاز میں جب نثری نظم کو ابھی بڑے شاعر میسر نہیں آئے تھے۔ تو یہ ادبی حلقوں میں طعن و تشنیع کا باعث بنتی رہی۔آج کل تو اس کی حمایت فیشن کا درجہ پا چکی ہے۔ شعر کے لیے وزن ہی حرفِ آخر نہیں ہے۔ شاعری اور بھی بہت کچھ ہے۔ مثلاً یہی کہ شاعری حیرت کو جنم دیتی ہے۔اور یہ جذبات و احساسات کا ایسا اظہار ہے جو جو کسی اور ذریعے سے اس قدر بہتر اور خوب صورت انداز میں ممکن نہیں۔ نثری نظم میں اب حمد کے نمونے بھی نظر آ رہے ہیں۔ صلاح الدین پرویز کی طویل نظم "یاخدا" جو کہ ان کے مجموعہ "دشتِ تحیرات" کی زینت ہے۔اس نظم کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو جس میں وہ خدا سے اپنی نثری نظم کی بے قدری کی شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

تیری دنیا کے نااہل، کمزور نظموں کے شاعر
بہت بغض، کینہ، حسد
اپنے سینے میں رکھتے ہیں
کیا جانتے وہ نہیں
میرا سازِ سخن تجھ سے روشن ہے
کچھ بھی نہیں! میں تو کچھ بھی نہیں!!
میں جبیں سے گرہ کھولتا ہوں
کہ مجھ پہ کبھی اختیارات کا در کھلا ہی نہیں (۶)

نثری نظم کے متعلق ایک بحث یہ بھی ہے کہ آیا اس کے مصرعے ہو بہو نثری جملے ہی ہوتے ہیں یا دیگر نظموں کی طرح ہوتے ہیں؟ اگرچہ ان مصرعوں میں شعری آہنگ نہیں ہوتا۔ مگر ان میں کوئی نہ کوئی آہنگ ضرور ہوتا ہے۔ جب کہ نثر کے جملوں کا کسی بھی آہنگ میں ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ نثر بے ہنگم اور بے مزہ بھی ہو سکتی ہے۔ جب کہ نثری نظم کے مصرعوں میں تاثر اور تاثیر دونوں پائے جاتے ہیں۔اردو میں نثری نظم کا پہلا مجموعہ "پگھلا نیلم" ہے۔اس کے خالق سجاد ظہیر

ہیں۔ پگھلا نیلم کے دیباچے میں وہ شاعری کو انسانیت کا لطیف ترین جوہر سمجھنے کی بجائے اس کے اظہار کو تجربہ کہے جانے پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اور اپنی رائے کا اختتام ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ اچھی شاعری قافیہ وزن اور بحر کی قید کے ساتھ بھی ممکن ہے اور اس کے بغیر بھی (7)

اردو میں نثری نظم انگریزی سے آئی ہے۔ اصلاًیہ فرانسیسی شعرا کی اختراع ہے۔ اردو میں اس کو کافی زیادہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ محمد عارف خان نے "اردو میں نثری نظم کا آغاز وارتقاء" کے نام سے پی ایچ ڈی کا تھیسس لکھا، جس پر 2010 میں انہیں معین الدین چشتی اجمیری یونیورسٹی، لکھنوسے ڈگری عطا کی گئی۔ عارف خان نثری نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''نثری شاعری یا شعرِ منثور وہ نثری پیرائیہ بیان ہوتا ہے جس میں شاعر اپنے جذبات و احساسات کو شاعرانہ پیرائیہ میں بیان کرتا ہے۔ اس طرح نثری شاعری شاعر کی داخلی کیفیات اور صوتی آہنگ کی حامل ہوتی ہے۔ جس میں وزن اور قافیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو لوگ نثری شاعری کو شاعری تصور نہیں کرتے اور شاعری کو مقررہ شعری لوازم کے تابع قرار دیتے ہیں اور شاعری کے لیے وزن اور قافیہ کو ضروری بتاتے ہیں میرے خیال میں وہ لوگ شاعری کی صحیح تعریف سے قطعی ناواقف ہیں۔''(۸)

جیسے ہی نثری نظم کو اچھے اور کامیاب شعرا نے وسیلہ اظہار کے طور پر اپنایا تو اسے ایک باوقار مقام عطا ہو گیا۔ اردو میں شاعرانہ نثر لکھنے کا شوق اردو شعراء کو ہمیشہ ہی سے رہا ہے۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی ہیئت بدلتا رہا۔ اردو کی مقفیٰ و مسجع نثر کو بھی شاعرانہ انداز کی نثر کہا جا سکتا ہے۔ 1925 سے 1950 کا زمانہ شعر منثور کی ترویج و ترقی کا دور ہے۔ میرا جی نے بسنت سہائے کے نام سے نثری نظمیں لکھیں اور وہ نظمیں "خیال" میں چھپوائیں۔ اس ضمن میں ان کی نظم "یاتری" خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ جب میرا جی کی ان نظموں کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی تو میرآجی کے نام سے نثری نظم لکھنا شروع کیا۔ نثری نظم کی ابتدا کا سہرا میراجی کے سر ہے۔

ڈاکٹر محمد عارف خاں المعروف عارف نجمی ایک منجھے ہوئے شاعر بھی ہیں۔ ان کے مقالے کے ابتدائی صفحات میں درج ایک حمدیہ نثری نظم ملاحظہ ہو:

تو
ایک نکتہ
اور اس کے گرد میں ہیں دائرے
ناتمام دائرے
وہ
ایک بے سایہ دار بشر

تمام کائنات
اس کے سائے میں ہے
میں
در شہرِ علم کا سگ
ایک بندہ شرم سار
ہر پل تیری حکم عدولی پر مائل
پھر بھی
تیری بخشش ورحمت کا خواستگار (۹)

ڈاکٹر صلاح الدین پرویزؔ کے مجموعہ "پرماتما کے نام آتما کے پتر" میں ایک نثری نظم "اک آواز رہا کرتی ہے ہر دم میرے سنگ" اپنے اندر حمد کی خوشبو لیے ہوئے ہے، جس میں شاعر دنیا کی ہر چیز کو فانی قرار دیتا ہے اور آخر میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ بے شک خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہی لافانی ہے اس کے علاوہ سب کچھ فانی ہے:

اور آواز نہیں لافانی
یہ بھی اسی طرح ہے فانی
جیسے پچھلے موسم کی آواز تھی فانی
جیسے اگلے موسم کی آواز ہے فانی
جیسے ہم اور تم ہیں فانی
جیسے خوشی اور غم ہیں فانی
جیسے یہ سنسار ہے فانی
جیسے اس رچنا کا خالق
یعنی میں!
میں بھی ہوں فانی
لافانی تو وہ ہے
ربِ ذوالجلال کا کاغذ
ہفت افلاک برابر اتنا
جس کے پانی میں بہتی ہیں
اک آواز کے اندر لپٹی
ایک نہیں انیکوں نظمیں

اک آواز رہا کرتی ہے ہر دم میرے سنگ
شبدوں کی آواز (10)

دعا اور مناجات کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ شکایت بھی حمد ہی کا ایک رنگ ہے۔ڈاکٹر طارق ہاشمی اپنی کتاب "اردو نعت میں تعظیمی بیانیہ" میں رقمطراز ہیں"

"شاعر اپنے مسائل و مصائب کے حل کے لیے جس ذات کو اپنا ملجا و ماویٰ تسلیم کرتا ہے، وہ خدا ہے اور وہ اسی سے مدد مانگتا ہے ایسے عالم میں وہ فریاد بھی اسی سے کرتا ہے۔اور خدا کی ودیعت کردہ صفتِ تخلیق کی بنیاد پر اس سے مکالمہ کرتے ہوئے اپنا حرفِ شکایت بھی بھرپور اسلوب میں رقم کرتا ہے"
(11)

شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو، کے مصداق، سارہ شگفتہ کی نثری نظم "اے میرے سر سبز خدا" بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔شاعرہ اس میں اللہ سے شکوے تو نہیں کر رہی ہاں البتہ اللہ سے اپنے مختلف دکھ بانٹ رہی ہے۔اللہ سے بڑا راز داں اور دکھ بانٹنے والا کون ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اپنا سمجھ کے اور اپنے قریب کر کے اس سے دکھ سکھ کرنے کا رجحان نسبتاً نئی شاعری کرنے والوں میں زیادہ ہے:

اے میرے سر سبز خدا
بین کرنے والوں نے مجھے ادھ کھلے ہاتھوں سے قبول کیا
انسان کے دو جنم ہیں
پھر شام کا مقصد کیا ہے
میں اپنی نگرانی میں رہی اور کم ہوتی چلی گئی
کتوں نے جب چاند دیکھا
تو اپنی پوشاک بھول گئے
میں ثابت قدم ہی ٹوٹی تھی
اب ترے بوجھ سے دھنس رہی ہوں
اے میرے سر سبز خدا
خزاں کے موسم میں بھی میں نے تجھے یاد کیا
قاتل کی سزا مقتول نہیں
غیب کی کنگلی بیل کو گھر تک کیسے لاؤں
پھر آنکھوں کے ٹاٹ پہ

میں نے لکھا

میں آنکھوں سے مرتی

تو قدموں سے زندہ ہو جاتی (12)

سارہ شگفتہ کی ایک نثری نظم "ڈال کتنے رنگ بوئے گی" بھی خدا سے شکوہ کا انداز لیے ہوئے ہے۔اس نظم سے چند سطریں ملاحظہ ہوں:

ڈال کتنے رنگ بوئے گی

پر ہماری قبر ہمیں بوتی نہیں

ورنہ گدائی کے طور پر

کشکول اور رات میں سمجھوتا ہو چکا تھا

اجل کی ڈبیا میں خواہش بند ہے

سارے موسم مجھ سے شروع ہوتے ہیں

زمین دریاوں کی کھوج لگانے کو چلی

میں اپنے رب کا خیال ہوں

اور مری ہوئی ہوں (13)

کچھ نقادانِ فن کے نزدیک نثری نظم میں بیاناتی عمل جست نہیں لگاتا ہے۔لہذا اس کے نتیجے میں نہ خیال کا تسلسل ٹوٹتا ہے اور نہ ہی نحوی تسلسل ٹوٹتا ہے۔اس لیے مناسب ہے کہ نثری نظم کو مصرعوں کی صورت میں نہیں بلکہ پیراگراف کی صورت میں لکھا جائے۔یعنی صرف آہنگ ترک کر دینے سے نثری نظم وجود میں نہیں آ جاتی بلکہ اس میں بیانیاتی سطح پر بھی خلا اور سپیس نہیں ہونی چاہیئے۔ایسے میں نثر نگاری اور نثری نظم میں فرق یہ ہو گا کہ نثر میں تسلسل کو جلد سے جلد مکمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کب کہ نثری نظم میں ایسی کوئی جلدی نہیں ہوتی۔بلکہ جگہ جگہ توقف اور التوا ہوتا ہے جو خلا اور سپیس سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔نثری نظم لکھنے والے کی اختراع پسندی کا اظہار بیانیت میں توقف اور التوا کی نو بہ نو صورتیں ابھارنے میں ہوتا ہے۔اس لیے وہ سادہ بیانیہ انداز سے لے کر تمثالی اور استعاراتی اسلوب اختیار کر سکتا ہے۔مگر بیانیت کی بنیادی شرط تسلسل و تکمیل کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔گوجرہ کے پروفیسر چوہدری محمد اقبال کے سفر نامہ بعنوان "حضور کے حضور" میں پیراگراف کی صورت میں لکھی گئی نثری نظم کے نمونے ملتے ہیں خانہ کعبہ کی حاضری کا منظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اس کے بعد آنسووں کا نہ تھمنے والا ایک سیلِ بے پناہ آنکھوں کے زم زم سے پھوٹ نکلا دعائیں تھیں کہ الفاظ کے پیکر میں سمٹتی اور سماتی نہ تھیں۔کو

کچھ بھی مجھ عاصی اور کم ظرف کے ظرف میں تھا سب کا سب چھلک پڑا۔ حجرِ
اسود کی پٹی تک پہنچتے پہنچتے غرور و تکبر، خودی اور میں کا سارا اثاثہ پانی بن کر
آنکھوں کے راستے بہہ کر میرے دامن کو شرابور کر چکا تھا۔''(14)

سرزمین حجاز پر پہنچنا اور حج و عمرہ کرنا ہر مسلمان کا خواب ہوتا ہے۔ جس کے جلد پورا ہونے کی دعائیں کی جاتی ہے۔ اللہ کے گھر اور روضہ رسول ﷺ کی نسبت کی وجہ سے یہ زمین عرش کی ہم سر ہو گئی ہے۔ اس جذبے کا بیان پروفیسر صاحب کے الفاظ میں اس طرح ہوا:

''جہاز کے پہیوں نے زمین حجاز کو گلے لگا کر اس کی بلائیں لیں۔ تقدس کی ایک
لہر اور محبت کی ایک بجلی سی میرے سارے جسم میں دوڑ گئی۔ زندگی میں پہلی
بار یہ احساس ہوا کہ زمین، زمین کے تقدس میں کتنا تقدس میں کتنا فرق ہوتا
ہے۔"(15)

کسی بھی زبان کے ادب بالخصوص اردو زبان و ادب کا تاریخی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر عہد اپنا تخلیقی مزاج خود مرتب کرتا ہے۔ ہیئتی اور معنیاتی نظام توڑ پھوڑ کا شکار ہوتے ہیں۔ بہت سی اصناف میں کسی ایک جزو کے اضافے سے ایک نئی صنف وجود میں آ گئی۔ اور کسی صنف میں کسی ایک جزو کی کمی سے نئی صنف وجود میں آ گئی۔ جیسے قصیدہ کے بطن سے غزل برآمد ہوئی اور ہائیکو میں اضافہ رینگا اور تنکا کی تشکیل کا باعث بنی۔ آزاد نظم کا اپنا ایک آزاد عروضی نظام ہے۔ نظم معرّا آئی تو اس میں قافیہ یا ردیف کی پابندی ختم کر دی گئی۔ پابند نظم میں خیالات کے بہاو رک رک کے چلتا ہے۔ اور منتشر حالات میں ہوتا ہے۔ آزاد نظم میں قافیہ اور ردیف کی تکرار سے بننے والی صوتی خوبصورتی کو نظر انداز کر کے خیالات کے قدرتی بہاؤ کو آزادی دی گئی۔ یوں تخیل کو نئی وسعتیں عطا ہوئیں۔

اقبال چودھری اللہ کے پسندیدہ شہر مکہ مکرمہ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

''یہ وہ شہرِ مقدس ہے جس کی کشش میں زائرین ہزاروں سال سے دوڑے
چلے آتے ہیں۔ یہ شہر طواف، ملائکہ کے نزول کی جگہ، رب کعبہ کی رحمتوں کا
مرکز، معجزات کی سرزمین، خدا کی قدرتوں، نشانیوں اور ہدایات کا سرچشمہ
اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا پہلا مرکز ہے۔ یہ وہ مقدس جگہ ہے جہاں
میرے حضور ﷺ نے اپنی زندگی کے ترپین سال گزارے۔ یہ وہ شہر ہے
جس نے حضور ﷺ کی صداقت و امانت کی گواہی دی۔ یہ وہ شہر ہے جہاں
حضور ﷺ کو حجر اسود نے بوسہ دیا۔ یہ وہ شہر ہے جہاں قرآن کا نزول ہوا۔
یہ وہ شہر ہے جس کی عظمت کی گواہی قرآن اور قرآنِ مجسم نے دی۔''(16)

اللہ کے حضور دعائیں مانگنے کے لیے پروفیسر صاحب کا نہایت عمدہ، محبت سے بھرپور باادب انداز ملاحظہ ہو:

''اے مالک ہماری گردنوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کر دے۔ اور جنت میں بغیر حساب کے محض اپنے کرم اور بخشش سے داخل فرما۔ خداوندا تیرا فقیر، تیرا منگتا اور تیرا بندہ تیرے دربار پر حاضر ہے، تیرا مہمان تیرے گھر کی دہلیز پر دست بستہ ہے۔ میرے آقا تو بے حد بخشنے والا ہے۔ میں مجرم ہوں اور بخشنے والا ہی مجرم پر رحم کرتا ہے۔ میرے آقا تو مالک ہے اور میں تیری مملوک ہوں اور مملوک پر مالک ہی رحم کرتا ہے۔ میرے آقا میرے مولا تو رازق ہے اور میں طالبِ رزق، اور طالبِ رزق پر رازق ہی عنایت کرتا ہے۔ میرے مولا میرے آقا تو بخشنے والا ہے اور میں گنہگار ہوں، اور بخشنے والا ہی گنہگار پر رحم کرتا ہے۔ اے میرے مولا میرے ساتھ اپنی شان کے مطابق معاملہ فرما اور مجھ پر رحم کر۔ اے مغفرت والے، اے ارحم الراحمین، اے خیر الغافرین تو مجھ پر رحم فرما۔''(17)

آزاد نظم میں خیال پابند نظم کی نسبت زیادہ منظم اور مربوط ہوتا ہے۔ ایک چیز کی قربانی ایک نئی تخلیقی قوت کے ظہور کا ذریعہ بن گئی۔ آزاد نظم میں وزن اور صوتی آہنگ کے نئے سلیقوں کو مانوسیت عطا ہوئی۔ اسی طرح نثری نظم میں بھی شاعری کے نئے تخلیقی رویے سامنے آئے ہیں۔ نثری نظم میں موجود خیال، نثری نظم کو احساس و جذبے کے نئے معنی، نیا تصورِ جمال نئی فکر عطا کرتا ہے۔ نثری نظم خیال کو پیش کرتے ہوئے ہر پابندی سے آزاد ہو جاتی ہے۔ نثری نظم میں نثریت اور آزاد شاعرانہ تخیل کا ہونا لازمی ہے۔ اسی لیے نثری نظم میں ایسے اچھوتے اور نئے خیالات پیش ہو رہے ہیں۔ جو اس سے قبل نہیں ہوتے تھے۔ ثروت حسین، کشور ناہید، رئیس فروغ، انیس ناگی، عذرا عباس، ساحر شفیق، ڈاکٹر ضیاء الحسن، ڈاکٹر ابرار، ڈاکٹر محمد حسن، احمد ہمیش، انجم سلیمی، قاسم یعقوب اور منور آکاش نے نثری نظم نگاری کے اعلیٰ نمونے پیش کیے۔

جدید آزاد ہیئتیوں کی سب سے پہلی اور بڑی کامیابی یہ ہے کہ انہوں نے فرسودگی کی تمام بیڑیاں اپنے پیروں سے اتار پھینکیں۔ قافیہ ردیف، اور مصرعوں کی تعداد و ترتیب کے چکروں سے شاعری کو نکالا۔ یہ پابندیاں اکثر اوقات احساسات کے کامل اظہار کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی تھیں۔ آزاد ہیئتوں نے اگرچہ کافی پس و پیش سے ہی سہی مگر اپنے آپ کو نہ صرف منوا لیا بلکہ خوب مقبولیت حاصل کی۔ یہ آزاد ہیئتیں زیادہ تر انگریزی زبان سے اردو میں آئی ہیں۔ ان ہیئتوں کو شروع شروع میں شدید تضحیک کا نشانہ بننا پڑا، خاص طور پر نثری نظم کو اپنی جگہ بنانے میں کافی وقت لگا۔ انگریزی زبان و ادب سے اردو نے بہت کچھ سیکھا۔ اس عمل کا آغاز 1957ء میں ہی ہو گیا تھا۔ ان آزاد ہیئتوں میں ہر طرح کے موضوعات پر شاعری ہو رہی ہے۔ حمد کے معیاری نمونے بھی بکثرت موجود ہیں۔

حوالہ جات

1۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، قصہ نثری نظم کا، مشمولہ، دائرے اور لکیریں، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، 1984ء ص: 157

2۔ الطاف حسین حالی، خواجہ ، مقدمہ شعر و شاعری (مرتبہ)وحید قریشی) لاہور : مکتبہ جدیدیہ 1953ء، ص:126

3۔ ارسطو، فن شاعری، بوطیقا، مترجم: عزیز احمد، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2018ء، ص:51

4۔ مبارک احمد، انتخاب (مرتب) ایرج مبارک، لاہور: مبارک پبلشرز، 2011ء ص: 24

5۔ شمس الرحمٰن فاروقی، نثری نظم یا نثر میں شاعری، مشمولہ، ادبیات، (نثری نظم نمبر) شمارہ نمبر 78-77 اکتوبر 2007 تا مارچ 2008ء، ص:632

6۔ صلاح الدین، پرویز، دشتِ تحیرات، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، 1999ء ص: 62

7۔ سجاد ظہیر، پگھلا نیلم، دہلی: کوہِ نور پریس، س۔ن ص:13

8۔ محمد عارف خاں، نثری نظم کا آغاز و ارتقاء، لکھنوء: نظامی آفیسٹ پریس، ص: 533

9۔ ایضاً، ص:3

10۔ صلاح الدین پرویز، پرماتما کے نام آتما کے پتر، دہلی: عفیف پرنٹرس، 1998ء، ص: 75

11۔ طارق ہاشمی، ڈاکٹر، اردو نعت میں تعظیمی بیانیہ، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ص:31

12۔ سارہ شگفتہ، آنکھیں، کراچی: تشکیل پبلشرز، 1985ء ص: 20

13۔ ایضاً، ص:161

14۔ محمد اقبال چوہدری، پروفیسر، حضور کے حضور، ناشر مصنف خود 2014ء، ص: 106

15۔ ایضاًص:123

16۔ ایضاًص: 20

17۔ ایضاًص:27